مولانا مہر محمد صاحب درجہ تخصص فی الحدیث
مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیو ٹاؤن کراچی

حدیث اور سنت

قرآن کریم اور محدثین کے اقوال کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے آنحضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہستیٔ دنیا میں معلم و مبلغ بنا کر بھیجا اور خاتم الرسل والانبیاء کے منصب جلیل سے سرفراز فرما کر اپنا ازلی و ابدی کلام، قرآن حکیم کی شکل میں ابدالآباد تک عالمی ہدایت کے لئے نازل فرمایا اور آپکو اس فریضے کا مکلف ٹھہرایا کہ جیسے آپ اپنی عملی زندگی اور اپنے اسوۂ حیات کے ہر شعبے سے قرآن کریم کی فعلی تفسیر کر کے عالم دنیا کو اتباع کی دعوت دیں ایسے ہی اپنے اقوال و ارشادات سے قرآن کریم کے احکام کی توضیح و تشریح کریں اور منشاء و مراد خداوندی کو واضح کر کے سمجھائیں۔

ضرورت تفسیر اور حدیث کی اہمیت یہ بات تو واضح ہے کہ متکلم جس طرح سامعین کے عقول و اذہان کا خیال رکھتا ہے، اور حتی المقدور اس انداز میں کلام کرتا ہے۔ کہ فی الجملہ سامعین آسانی سے سمجھ سکیں اسی طرح وہ اپنے منصب و مقام اور علمیت کے پیش نظر معیاری کلام پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے دینی و دنیوی علوم میں سے کسی شعبے کے ماہر فن کا کلام۔ فصاحت و بلاغت، اسرار و حکم اور عقدہ کشائی کے معیار یقیناً اس شخص کے کلام سے اعلیٰ اور افضل ہوگا، جسے اتنی مہارت حاصل نہیں جتنا کلام معیاری اور جامع ہوگا۔ اتنا ہی اپنے اسرار و حکم و رموز کے اظہار کے لئے محتاج تشریح و تفسیر ہوگا۔ تاکہ عوام و خواص اس سے یکساں فائدہ اٹھا سکیں یہ تشریح اور توضیح متکلم کے سوا وہ شخص بھی کر سکتا ہے۔ جسے متکلم کے علوم سے خاص دلچسپی ہو اور ان میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔

جب یہ قاعدہ عام بلغاء کے کلام میں مسلم ہے۔ تو اللہ رب العزت کے کلام کا کیا کہنا۔ اسکا عز و شرف تو تصور و خیال سے بھی برتر ہے۔ حدیث مرفوع میں آیا ہے۔ کہ اللہ کے کلام کی فضیلت

مخلوق کے کلام پر ایسی ہے ، جیسے خود خالق کی مخلوق

لہٰذا باری تعالیٰ کا کلام معجزہ ہے ۔ تمام مخلوقات اجتماعی طور پر بھی ایک آیت یا اس کا کچھ حصہ بنا سکنے پر قدرت نہیں رکھتی اور جیسے جامعیت معنیٰ فصاحت وبلاغت وغیرہ امور کثیرہ کی رو سے اسکی نظیر مقدور انسانی سے باہر ہے ۔ ایسے ہی اسرار وحکم اور معانی معانی اپنے عمق میں پنہاں رکھنے کی بدولت اپنی مثال آپ ہے ــــــ لہٰذا اصولاً ایک ایسی ہستی کی ضرورت ہے ۔ جو باری تعالیٰ کے احکام کی تشریح کر کے سمجھائے ۔ غایات وعلل پر روشنی ڈالے ، پوشیدہ معانی ولطائف کو واضح کر کے مبہم ومجمل مقامات خداوندی کو متعین کرے اور کلام اللہ کی تفہیم میں خالق اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہو ۔

جناب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبلیغ قرآن میں اللہ اور اسکی مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں ، تو اسکی توضیح وتشریح میں بھی اولاً آپ ہی کا حق ہے ۔ اور سمجھانے میں اللہ تعالیٰ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہیں ــــــ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے الفاظ میں جو قرآن کریم کے کسی حکم کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں تو وہ بھی وحی من اللہ ہوتا ہے ۔ دوسرے لفظوں میں اسی کو حدیث وسنت سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔

حدیث کا اکثر ذخیرہ اگرچہ متواتر نہیں مگر بلاشبہ یہ عقیدہ متواتر اور مسلمہ از صحابہ کرام تا ہنوز چلا آ رہا ہے ۔ کہ حدیث قرآن کا بیان اور اسکی شرح ہے ــــــ پس جو شخص قرآن کریم کی تشریعی حیثیت تسلیم کرتا ہے تو اُسے اس کے بیان وتفسیر (حدیث) کی بھی تشریعی حیثیت ماننی پڑے گی ۔ چونکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ فیضان رحمت نازل ہوا اس لئے جیسے آپ منشاء ومراد خداوندی کو سمجھ سکتے ہیں ۔ اور اسکی تشریح کر سکتے ہیں ۔ ایسا مقام کسی اور کو کہاں نصیب ہوگا ۔ تو قرآن کریم اور احادیث کا آپس میں اتنا گہرا ربط اور تعلق ہے ۔ کہ اگر قرآن کریم بمنزلہ متن کے ہے ۔ تو حدیث وسنت اسکی شرح احسن اور تفسیر مبین ہے ۔ اگر قرآن کریم احکامات الٰہیہ کا نام ہے ۔ تو حدیث وسنت اسکی عملی صورت واضح کرتی ہیں ۔ اگر قرآن مجید مجموعہ قوانین اور ایک ضابطہ حیات کا نام ہے تو حدیث نے اسکی دفعات اور جزئیات متعین کی ہیں ۔ اگر قرآن عظیم ایک الہامی کتاب کو کہتے ہیں تو حدیث اس کے منشاء مراد کو واضح کرتی ہے ــــــ اگر قرآن کریم نظام حیات کے قوانین کا مجموعہ ہے ۔ تو اس کے عملاً نفاذ کے لئے حدیث وسنت ہی مشعل راہ ہے ۔ اگر قرآن حکیم روح رواں ہے ، تو حدیث وسنت ایک متحرک قالب کی شکل میں روح کی موجودگی پر دال ہے ۔

فتنہ استشراق کی حدیث دشمنی | اصول اضداد کے تحت اسلام کو بھی خارجی اور داخلی دشمنوں

سے قدیماً و حدیثاً سابقہ آرہا ہے۔ قدیم زمانے میں اصحاب العدل والعقول یعنی معتزلہ اور خوارج نے حدیث کی اہمیت اور حجیت کا انکار کیا تھا۔ اور گوناگوں حربے استعمال کرکے اس میں تشکیک کی راہیں پیدا کرنے کی ناکام کوشش کی مگر اللہ تعالیٰ اپنے دین کے محافظ ہیں۔ اعداء اسلام کے تمام منصوبے خاک میں مل گئے۔ انکی کوششیں رائیگاں گئیں۔ اور حجیت حدیث و سنت کا عقیدہ جمہور امت مسلمہ میں متواتراً متوارثاً چلا آیا ــــ

سوء اتفاق سے بیسویں صدی عیسوی میں یہود و نصاریٰ نے صلیبی جنگوں کا انتقام لینے کے لئے خفیہ ریشہ دوانیاں شروع کر دیں۔ انہوں نے اسلامی علوم و فنون کی تحصیل اس لئے کی تاکہ انکی تردید کی جائے۔ اور تشکیک و تضعیف پیدا کرکے کم علم مسلمانوں کو اسلام سے متنفر کیا جائے اور تحقیق کی آڑ میں تحریف اور حقائق واقعیہ کو مسخ کرکے پیش کیا جائے۔ اسلام کی مشاہیر اور گرانقدر ہستیوں ائمہ حدیث رجال پر رکیک و ناروا حملے کئے جائیں تاکہ ان کی عمر بھر کی مساعی جمیلہ سے لوگوں کو بدظن کر دیا جائے۔ اور یوں حدیث و سنت کی اہمیت ختم کرکے قرآن کریم پر ہاتھ صاف کرنے کی راہ ہموار کی جائے۔

چنانچہ اس فتنۂ استشراق کو کچھ نہ کچھ کامیابی ہو رہی ہے۔ ان کے خفیہ ایجنٹ مسلم نما محققانہ رنگ میں عرب ممالک اور پاکستان و دیگر ممالک اسلامیہ میں اپنا زورِ قلم و تحریر اس بات پر صرف کر رہے ہیں کہ حدیث و سنت کوئی چیز نہیں، محض ظن غیر معتدبہ ہے۔ اتباع کے لئے صرف قرآن کریم کافی ہے۔

ان مستشرقین کا جدِ امجد اور استادِ کامل بانیٔ فتنہ گولڈ زیہر یہودی ہے۔ اور شاخت، رینان، بروفسور نیبرج، وغیرہ اس فتنے کے پھلتے پھرتے پرزے ہیں، جو شب و روز اسلامی نظریات کی تخریب میں مصروف ہیں۔ سرکاری طور پر مغربی ممالک میں ان کے بڑے بڑے ادارے اور یونیورسٹیاں ہیں جن میں پاکستان و دیگر ممالک اسلامیہ کے طلباء تحصیل علم کے لئے جا پھنستے ہیں۔ اسلامی روایات سے کم علمی کی بدولت پھر ان کے اسلام کے خلاف آراء و نظریات کو اپنا کر تحقیق کے نام پر اسلام میں الحاد پھیلاتے ہیں۔ علوم اسلامیہ خصوصاً فقہ، تفسیر، حدیث، تصوف وغیرہ میں تشکیک پیدا کرتے ہیں اور اہل اسلام کو ان سے بدظن کرتے ہیں۔ مثال کے طور مسٹر غلام احمد پرویز، ڈاکٹر فضل الرحمٰن صاحب ڈائرکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی اور ان کے ہمشرب اپنی تحقیق میں مشہور ہیں ــــ درحقیقت یہ وقت کا اہم اور بہت مضر فتنہ ہے۔ اگر پوری قوت سے اسکی سرکوبی نہ کی گئی تو خدانخواستہ ملتِ اسلامیہ کو سنگین نتائج سے دوچار ہونے کا امکان ہے۔ لہٰذا ہر شخص کو اپنی معلومات اور طاقت کے

موافق اسکی بیخ کنی کرنی چاہیئے۔ سر دست یہ مقالہ اس چیز کو مدنظر رکھ کر لکھا جا رہا ہے۔ کہ حدیث و سنت کی اہمیت اور اسلام میں تشریعی مقام (جو بیسیوں آیات قرآنیہ سے ثابت ہے۔ اور قرآن حکیم پر ایمان لانے والے اور سمجھنے والے کو لمحہ بھر بھی اس خیال کی گنجائش نہیں مل سکتی کہ وہ حدیث کی تشریعی حیثیت کا انکار کرے اور محض اپنے فہم و تخمینہ اور ڈکشنری کی مدد سے قرآن فہمی کی کوشش کرے) نصوص قرآنیہ سے واضح کیا جائے، تاکہ مغربی تعلیمیافتہ طبقہ مستشرقین کے اس گمراہ کن پروپگنڈہ سے متاثر نہ ہو ـــــ ضروری معلوم ہوتا ہے۔ کہ آیات قرآنیہ پیش کرنے سے قبل تمہیداً حدیث و سنت کا معنیٰ اور مصداق واضح کیا جائے۔

حدیث کی تعریف علامہ شبیر احمد عثمانی مقدمہ فتح الملہم ص۲ پر لکھتے ہیں۔

قال العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ الحدیث	علماء حدیث نے حدیث کی تعریف یہ کی ہے
اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وافعالہ	کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کا
ویدخل فی افعالہ تقریرہ وھو عدم	نام حدیث ہے۔ اور افعال میں آپکی تقریر بھی
انکارہ لامر رآہ او بلغہ عمن یکون منقاداً	شامل ہے۔ تقریر کا معنی یہ ہے کہ حضور صلی اللہ
للشرع۔	علیہ وسلم نے کوئی کام ہوتا دیکھا یا کسی مسلمان کے
	فعل کی خبر آپ کو پہنچی تو آپ نے اس پر انکار نہ فرمایا ہو۔

توجیہ النظر ص۲ وغیرہ میں بھی یہی تعریف کی گئی ہے۔

بعض حضرات نے تعمیم کی ہے۔ اور آپ کے احوال شخصیہ عادات و اوصاف وغیرہ پر بھی حدیث کا اطلاق کیا ہے۔ حافظ ابن حجر نخبۃ الفکر میں کہتے ہیں۔ کہ اہل حدیث کے ہاں خبر حدیث کے مترادف ہے۔ پس اس لحاظ سے دونوں کا معنیٰ اور مصداق ایک ہے۔ بعض علماء نے یہ فرق کیا ہے۔ کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف منسوب ہو وہ حدیث ہے۔ جو کسی اور کی طرف ہو وہ خبر ہے۔

سنت کا معنیٰ اور مصداق کتاب و سنت ایسی ہی خاص شرعی اصطلاحات ہیں، جیسے صلوٰۃ زکوٰۃ صوم و حج جیسے ان اصطلاحات کا ایک خاص موضوع لہ حقیقی معنیٰ ہے۔ اور متعین ہے۔ تو اسی طرح کتاب کے حقیقی معنیٰ و مصداق کتاب اللہ (قرآن کریم) اور سنت کا حقیقی معنیٰ سنت رسول اللہ اور حدیث متعین ہیں۔ اور بغیر اضافت وصلہ کے حقیقی معنیٰ میں استعمال ہوتا ہے۔ علامہ عبدالعزیز فرھاوی کوثر النبی ص۲ پر لکھتے ہیں:

السنۃ تستعمل مرادفۃ للحدیث و	سنت کا لفظ حدیث کے ہم معنیٰ استعمال ہوتا ہے۔

بمعنی الطریقۃ المرضیۃ من کتاب او حدیث (یعنی آپکا قول فعل) اور بایں معنیٰ بھی مستعمل ہے۔
او اجماع او قیاس صحیح۔ کہ وہ پسندیدہ طریقہ جو کتاب اللہ حدیث نبوی
اجماعِ امت اور قیاس صحیح سے ثابت ہو۔

جب بھی احکام شرعیہ کے مآخذ کے ذیل میں لفظ سنت آئیگا۔ اور بغیر اضافت یا کسی صفت کے استعمال ہوگا۔ تو اس کے معنیٰ سنت رسول اللہ یعنی حدیث متعین ہوں گے۔ جیسے کتاب کے معنیٰ کتاب اللہ متعین ہیں ـــــ لیکن یہی لفظ سنت جب اسلامی تعلیمات میں اضافت کے ساتھ استعمال ہوگا۔ مثلاً سنت اللہ یا سنن الاوّلین یا سنن من قبلنا۔ (گذشتہ قوموں اور امتوں کا طریقہ و انجام) یا سنت خلفاء راشدین۔ یا سنت صحابہ یا سنت اہل مدینہ یا سنت اہل حجاز یا سنت المسلمین۔ تو یہ لفظ سنت کا استعمال مجازی ہوگا۔ اور مضاف الیہ کے اعتبار سے الگ الگ معنیٰ ہوں گے۔

<u>سنّت کا لغوی معنیٰ</u> | چند اقتباسات ملاحظہ فرمایئے :۔

۱۔ ابن درید المتوفی ۳۲۱ھ کتاب الجمہرۃ میں لفظ سنّت کے تحت لکھتے ہیں :

والسُنّۃ معروفۃ وسنّ فلان سنۃ حسنۃ او قبیحۃ یسُنّہا سنّاً۔

سنّت کے معنیٰ (عام راستہ) معروف ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ فلاں شخص نے اچھی یا بُری سنّت (طریقہ) جاری کی مضارع یسن (نصر سے) آتا ہے۔ اور مصدر سنّاً۔

۲۔ امام راغب اصفہانی المتوفی ۵۰۲ھ اپنی کتاب مفردات القرآن میں لفظ سنت کے تحت لکھتے ہیں :

وسنۃ النبی طریقتہ التی کان یتحراھا وسنۃ اللہ تعالیٰ قد تقال لطریقۃ حکمتہ وطریقۃ طاعتہ نحو سنۃ اللہ التی قد خلت من قبل ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلاً۔ (احزاب)

نبی کی سنّت کے معنیٰ ہیں آپ کا وہ طریقہ جو (بحیثیت پیغمبر آپ اختیار فرماتے تھے) اور اللہ کی سنّت کے معنیٰ الٰہی اللہ کے طریق حکمت اور طریقہ طاعت کے ہوتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ کا وہ طریقہ (طاعت و عبادت) جو پہلے سے چلا آرہا ہے۔ تم اللہ کے طریقے میں کوئی تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔

۳۔ علامہ زمخشری المتوفی ۵۳۸ھ اپنی کتاب الاساس میں لفظ سنّت کے تحت لکھتے ہیں :

من سن سنۃ حسنۃ ای طرق طریقۃ حسنۃ واستن بسنۃ

فلاں شخص نے سنت حسنہ جاری کی یعنی اچھا طریقہ تجویز کیا اور فلاں شخص کی سنت کی پیروی

فلان متسنن عامل بسنتہ ۔ کا یعنی اس کے طریقہ پر عمل کیا۔

۴۔ حافظ مجدالدین بن اثیر المتوفی ۶۰۶ھ اپنی کتاب نہایہ میں لکھتے ہیں :

قد تکرر فی الحدیث ذکر السنۃ	حدیث میں سنت اور اس کے مشتقات کا
وما تصرف منھا والاصل فیھا الطریقۃ	ذکر بار بار آتا ہے۔ اصل لغت میں تو سنت کا
والسیرۃ واذا اطلقت فی الشرع فانما	معنی طریقہ اور سیرت کے ہیں۔ لیکن جب شریعت
یراد بھا ما امر بہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم	میں مطلقاً سنت کا لفظ آئے گا۔ تو اس سے
ونھی عنہ وندب الیہ قولاً وفعلاً	مراد صرف وہ اوامر ہونگے جن کا آپ نے قولاً
مالم ینطق بہ الکتاب العزیز ولھذا یقال	یا فعلاً حکم فرمایا ہے۔ یا وہ نواہی جن سے آپ نے
فی ادلۃ الشرع الکتاب والسنۃ القرآن	منع فرمایا ہے۔ اور وہ امور جنکی آپ نے ترغیب
والحدیث ۔	دلائی جو قرآن میں صراحۃً مذکور نہیں۔ اس لئے

شرعی دلائل کے سلسلہ میں جب کتاب و سنت کا ذکر آتا ہے تو اس سے مراد قرآن و حدیث ہوتے ہیں۔

۵۔ علامہ محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ تاج العروس شرح قاموس میں اور علامہ ابن منظور افریقی م ۷۱۱ھ لسان العرب میں لفظ سنت کے تحت یہی لکھتے ہیں ۔

ان اقتباسات کا تجزیہ ان سے دو باتیں معلوم ہوئیں ۔ ۱۔ سنت بمعنی الطریقۃ المسلوکۃ (عام راستہ) خواہ اچھا ہو یا برا لیکن بعض حضرات نے لغوی معنی میں طریقہ حسنہ یا طریقہ محمودہ کی قید لگا کر اسے خیر کے ساتھ مخصوص کیا ہے۔ ۲۔ شریعت کی اصطلاح میں سنت کے معنی مطلقاً صرف سنت رسول اللہ کے ہیں۔ یہی سنت کے اصطلاحی معنی ہیں۔ جیسا کہ امام راغب اصفہانی ابن اثیر جزری اور ابو منظور افریقی کی تصریحات سے واضح ہے۔ کہ جس طرح شریعت میں کتاب سے مراد قرآن ہے۔ اسی طرح سنت سے مراد سنت رسول اللہ اور حدیث ہے۔

اس سنت کے مصادیق و مشمولات یعنی وہ امور جو اس سنت کے ذیل میں آتے ہیں حافظ ابن اثیر جزری علامہ ابن منظور افریقی اور حافظ مرتضیٰ زبیدی کے بیان کے مطابق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اوامر نواہی اور افعال و اعمال ہیں۔ خصوصاً وہ جو قرآن میں مذکور نہیں، لیکن امام راغب سنۃ النبی کی تعبیر طریقۃ التی کان یتحراھا سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ مخصوص اعمال و اخلاق جو آپ بالقصد والارادہ اختیار فرماتے تھے۔ اس لحاظ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

سیرت طیبہ سنت کا مصداق ہوگی جسکو قرآن حکیم نے اسوہ حسنہ سے تعبیر فرما کر اتباع کی دعوت دی ہے۔

سنت کا اصطلاحی معنیٰ | محدثین اور ائمہ مجتہدین جن کا مطمع نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریعی زندگی کو مدون و مرتب کرنا اور اس سے احکام شرعیہ کا استخراج و استنباط کرنا ہے۔ وہ سنت کی تعریف یہ کرتے ہیں "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ تمام تر اقوال و افعال اور تقریر (بیان سکوتی) جو احکام شرعیہ کا ماخذ ہوں. خواہ وہ صراحتاً قرآن مجید میں مذکور ہوں یا نہ ہوں اصطلاحاً سنت کہلاتے ہیں" اسی معنیٰ اصطلاحی کے تحت کتاب اللہ کے بعد دوسرا مصدر تشریع اور احکام شرعیہ کا ماخذ سنت نبوی ہے۔

سنت خلفاء راشدین | سنت نبوی کے ماخذ احکام شرعیہ ہونے کی حیثیت سے سنت کا اطلاق خلفاء راشدین کے طرز عمل پر ہوتا ہے۔ یعنی خلفاء اربعہ کے وہ اجتہادات و استنباطات جو یقیناً کتاب و سنت ہی سے ماخوذ و مستنبط ہوتے ہیں۔ ان کے لئے بھی شریعت کی اصطلاح میں سنت کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ بھی شرعاً بلاشبہ حجت ہیں. اسکی دو وجہ ہیں۔

۱۔ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عرباض بن ساریہ کی مذکورہ ذیل حدیث میں خلفاء راشدین کے لئے لفظ سنت استعمال فرمایا ہے۔ اور انتہائی تاکید کے ساتھ اس کے اتباع کا حکم دیا ہے۔

فانہ من یعش بعدی فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ کمافی مشکوٰۃ ص۳۰)	بیشک جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بکثرت دین میں اختلافات دیکھے گا پس تم اپنے اوپر لازم کر لینا میری سنت کو اور خلفاء راشدین کی سنت کو جو ہدایت یافتہ ہیں. اسی سے استدلال کرنا اور اسکو دانتوں سے پکڑ لینا. (مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہنا۔)

۲۔ حضرات خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو والہانہ عقیدت اور کامل اتباع کے ساتھ طویل مصاحبت ہمہ وقتی رفاقت اور علوم وحی والہام سے غیر معمولی فطری مناسبت کی وجہ سے ایسا روحانی قرب اور اتحاد حاصل ہو گیا تھا کہ ان کا علمی اور ذہنی مزاج تشریعی بن چکا تھا اور وہ علل اغراض تشریع احکام سے بخوبی واقف ہو چکے تھے۔ بلکہ درحقیقت یہ حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خارق العادۃ تعلیم و تربیت کا زندہ معجزہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذکورہ ارشاد گرامی اور

وصیت اسی کی شہادت و توثیق ہے ۔۔۔ چنانچہ امام العصر حضرت السید انور شاہ الکشمیری قدس جامع ترمذی کی امالی میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں ،

۱۔ وفی شرح هذا الحدیث قولان قیل	اس حدیث کی شرح میں دو قول مشہور ہیں۔
ان سنة الخلفاء الراشدین والطریقة	۱۔ بعض نے کہا ہے کہ خلفاء راشدین کی سنت
المسلوکة عنهم ایضاً سنة ولیست	اور ان کا مختار طریقہ بھی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ببدعة۔	کے فرمان کی بنا پر) سنت ہے۔ بدعت نہیں۔
۲۔ وقیل ان سنة الخلفاء فی الواقع	۲۔ بعض نے کہا ہے کہ سنت خلفاء دراصل رسول اللہ
سنة النبی صلی اللہ علیه وسلم	صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی ہوتی ہے۔ صرف اسکا
وانما ظهرت علی ایدیهم۔	ظہور خلفاء کے ہاتھ پر ہوتا ہے۔
۳۔ ویمکن لنا ان نقول ان الخلفاء الراشدین	۳۔ ہم یہ بھی کہہ سکتے (یہ تیسرا اور تحقیقی قول ہے)
مجازون فی اجراء المصالح المرسلة وهذه	کہ خلفاء راشدین مصالح مرسلہ کی بنا پر احکام کے
المرتبة فوق مرتبة الاجتهاد ودون	اجراء کے مجاز ہیں یہ مرتبہ اجتہاد سے اوپر اور
مرتبة التشریع والمصالح المرسلة الحکم	تشریع سے نیچے ایک مرتبہ ہے۔ (اور خلفاء
علی اعتبار علة لم یثبت اعتبارها	راشدین سے مخصوص ہے۔) مصالح مرسلہ
من الشارع وهذا جائز للخلفاء لا	کے اعتبار کرنے کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسی
للمجتهدین۔	علت کی بنا پر احکام جاری کر دینا جس کا اعتبار

کرنا (اور اس کے تحت احکام جاری کرنا۔) شارع علیہ السلام سے ثابت نہ ہو۔ (یہ تصرف)
صرف خلفاء راشدین کیلئے جائز ہے۔ مجتہدین اس کے مجاز نہیں۔

بہر صورت شارع علیہ السلام کے ارشاد گرامی کے مطابق سنت کا اطلاق خلفاء راشدین کے قول و عمل پر بھی درست ہے۔ اور سنت رسول میں شامل ہے۔ مثلاً حضرت صدیق اکبرؓ مانعین زکوٰۃ کو مرتد قرار دیکر ان سے قتال کرنا اور فرمانا :

واللہ لو منعونی عقالا کانوا	خدا کی قسم (اونٹ تو کیا) اگر ایک اونٹ کی رسی بھی
یؤدونه الی رسول اللہ	دینے سے انکار کریں گے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا
صلی اللہ علیه وسلم لقاتلتهم۔	کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔

سنت صدیقی ہے۔ اور دین میں قطع و برید کا سد باب کر کے دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت

کے لئے ایک عظیم الشان کارنامہ ہے۔ ۲ اور قرآن کریم کو یکجا جمع کرنا بھی عہد صدیقی کا زریں اور اسلام کیلئے صد افتخار کارنامہ ہے۔ ۳ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بیس رکعت تراویح مقرر فرمانا سنتِ فاروقی کی متعدد مشہور مثالوں میں سے ایک مثال ہے۔ اور مقبول ترین سنت ہے جو آج تک تمام عالمِ اسلام میں دائر و سائر ہے۔ ۴ حضرت عثمان ذی النورینؓ کا نماز جمعہ کے لئے ایک اذان کا اضافہ فرمانا اور عالم اسلام کے تمام مسلمانوں کو علی لغۃ قریش ایک مصحف امام پر جمع کرنا اور باقی لغات ستہ اور دوسرے مصاحف سے تلاوت کو ممنوع قرار دینا۔ اور مراکز اسلام مکہ، مدینہ، بصرہ، کوفہ، شام اور مصر وغیرہ میں مصحف امام کی مصدقہ نقول بھجوا دینا سنتِ عثمانی ہے۔ ۵ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خوارج اور اپنے غالی معتقدین (قائلین بالوصیت علی) کو کافر و مرتد قرار دیکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ان سے قتال کرنا اور جلا ڈالنا۔ اور قرآن کریم کو کی تاویلوں اور تحریفوں سے محفوظ کر دینا سنتِ علوی ہے۔ قرآن کریم کے معنیٰ و مراد کو نام نہاد مسلمان ملحدین اور زندیقوں کی دستبرد سے محفوظ کر دینا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایسا عظیم کارنامہ ہے۔ کہ رہتی دنیا تک امت کے لئے مشعلِ راہ کا کام دے گا۔

اجتہاداتِ صحابہؓ پر سنت کا اطلاق | خلفاء اربعہ کے بعد بقیہ جمہور صحابہ کرام کی سنت بھی احکام تشریعیہ کا ماخذ اور قابل استناد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللہ ﷺ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم۔ (رواہ فی المشکوٰۃ عن رزین باب مناقب الصحابہ)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ راہ ہدایت بتلانے میں ستاروں کی مانند ہیں۔ ان میں سے جس کسی کی بھی پیروی کرو گے۔ ہدایت پاؤ گے۔

لہذا عہد صحابہ میں مختلف فیہ مسائل میں صحابہ کرام کا کسی امر پر اتفاق کر لینا اگرچہ وہ قرآن و حدیث میں منصوص نہ ہو قوی ترین اجماع اور حجت قطعی ہے۔ اسکی تائید وہ مرفوع حدیث بھی کرتی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا : لاتجتمع امتی علی الضلالۃ۔ کہ میری امت کا اتفاق کسی خلاف صواب امر اور گمراہی پر ہرگز نہ ہوگا۔

لہذا اجماع صحابہؓ کا خلاف ائمہ مجتہدین میں سے کسی امام کے مذہب میں جائز نہیں۔ اس سنت صحابہ رضی اللہ عنہم کی روشن ترین مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع و اتفاق ہے۔ چنانچہ بالاتفاق منکر خلافت حضرت صدیق اکبر کافر ہے ——— باقی عدم اتفاق

کی صورت میں بھی چونکہ صحابی کے قول وفتویٰ کا مدار بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول وفعل پر ہوتا ہے۔ اگرچہ دوسرے صحابہؓ نے کسی بھی وجہ سے اس حدیث پر عمل نہ کیا ہو۔ اس لئے اسکا اتباع بھی مثل اتباعِ سنت رسول اور موجب ہدایت ہے۔ خطیب بغدادی کفایہ صـ۴۸ میں حضرت سے ایک حدیث قدسی نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ صحابہ کرام کو یہ مرتبہ اور منصب اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوا ہے۔ اس لئے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا تو اصول یہ ہے کہ مجتہد کے لئے خروج عن مذاہب الصحابہ جائز نہیں۔ اور فرماتے ہیں :

ماجاءنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قبلناه على الرأس والعين. وماجاءنا عن الصحابه اخترنا منهم ولم نخرج عن قولهم وماجاءنا عن التابعين فهم رجال ونحن رجال. اخرجه ابن عبد البر في الانتقاد صـ۱۴۲ باسانيد مختلفه.

جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی (مرفوع) حدیث ہمارے پاس آئے گی تو ہم سر آنکھوں پر اسے قبول کریں گے۔ اور جو آثار صحابہ کرام ہمارے پاس آئیں گے۔ تو ہم ان میں سے کسی ایک قول کو ترجیح دیکر اختیار کریں گے۔ اور ان کے اقوال سے باہر نہیں نکلیں گے (کہ تمام اقوال چھوڑ کر قیاس اختیار کریں۔) اور جو اقوال تابعین کے آئیں گے تو وہ بھی مجتہد رجال تھے ہم بھی مجتہد رجال ہیں۔ (ہم اجتہاد کریں گے۔)

بہرحال قرآن وحدیث کی مذکورہ بالا نصوص کی بنا پر صحابہ کرامؓ کے اجتہادات وآراء امت کے لئے سرچشمہ ہدایت اور واجب الاتباع ہیں۔ اس لئے شرعاً ان پر بھی سنت کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اگرچہ کم ہوا ہے۔ ــــ جیسے کہ سعید بن المسیب نے حضرت زید بن ثابت کے قول کے بارے میں کہا تھا جبکہ ربیعہ نے ان سے عورت کی انگلیوں کی دیت کے متعلق پوچھا تھا۔ انما السنة يا ابن اخي ــــ اے میرے بھتیجے سنت (مشروعہ) یہی ہے ــــ (معانی الآثار طحاوی صـ۱۵۲) (باقی آئندہ)

صـ۴۲ سے آگے :

تھے۔ اور مختلف طریقوں سے لوگوں کو اسلام کا حلقہ بگوش بناتے تھے۔ حضرت معین الدین اجمیریؒ نے راجپوتانہ میں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور سلطان نظام الدین اولیا نے دہلی اور اس کے اطراف و اکناف میں۔ شیخ علی ہجویری نے پنجاب میں اسلام کا جو چراغ روشن کیا تھا اسی کا صدقہ ہے کہ اس بتکدہ ہند میں آج مسلمانوں کی تعداد نو کروڑ کے لگ بھگ ہے۔ شمالی افریقہ میں جو اذان کی تکبیریں سنائی دیتی ہیں، کون کہہ سکتا ہے کہ ان کے قائم کرنے میں حضرت شیخ عبداللہ بن ادریس، محمد بن علی السنوسی اور

باقی صـ۶۰ پر